معاشیات

جناب مصنطر عباسی صاحب ایم۔ اے (مری)

اسراف کا معاشی پہلو

دولت کا بے جا صرف اسراف کہلاتا ہے، اسراف کی حقیقت کے بیان کے لئے صرف دولت کی حقیقت کا بیان ضروری ہے۔ اس لئے کہ اسراف جزو ہے اور صرفِ دولت کل۔ اس جزو کی حقیقت اور اصلیت تب ہی واضح اور نمایاں ہو سکتی ہے، جب اسے اس کے کل میں اس جگہ رکھ کر دیکھا جائے جو اس کا اصل مقام ہے، لہٰذا ہم "صرفِ دولت" کے بیان سے گفتگو شروع کرتے ہیں۔

صرفِ دولت علم معاشیات کے چار اہم اور بنیادی مسائل میں سب سے پہلا مسئلہ "صرفِ دولت" کا ہے۔ باقی تین مسائل یعنی پیدائشِ دولت، تقسیمِ دولت، اور تبادلۂ دولت اسکے بعد زیرِ بحث آتے ہیں، گو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیدائشِ دولت کا مقام پہلا ہے، لیکن علم معاشیات کے علماء نے اسے ہمیشہ دوسری حیثیت دی ہے۔ اور سب سے پہلے صرفِ دولت کا مقام رکھا ہے۔ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ صرفِ دولت میں ان حاجتوں سے بحث کی جاتی ہے جن کے پورا کرنے کیلئے دولت پیدا کی جاتی ہے۔ صرفِ دولت کے بیان کیلئے انسان کی معاشی حاجتوں کا بیان ضروری ہے۔

معاشی حاجتیں معاشی حاجتوں سے مراد وہ حاجتیں ہیں جنہیں معاشی اشیاء یعنی دولت کے ذریعہ پورا کیا جا سکتا ہے، ان حاجتوں کی تین قسمیں ہیں:-

۱۔ ضروریات —— یعنی وہ معاشی حاجتیں جن کا پورا کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے، ان حاجتوں کو پورا نہ کیا جائے تو انسانی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ جیسے کھانے، پینے، رہنے اور علاج وغیرہ قسم کی حاجتیں ہیں، انہیں بنیادی حاجتیں بھی کہا جاتا ہے۔ انجمن اقوام متحدہ کے ایک ادارے نے انسان کی بنیادی حاجتوں کی ایک فہرست مرتب کی ہے۔

۲۔ آسائشات | یہ دوسرے درجے کی حاجتیں ہیں ان کا پورا کیا جانا ضروری نہیں ہوتا، البتہ اگر انہیں پورا کر لیا جائے تو زندگی میں سہولت اور آسانی پیدا ہو سکتی ہے، جیسے کھانے کے ساتھ شیرینی رہائشی مکان کے ساتھ دوست احباب کے ٹھہرانے کیلئے بیٹھک اور ایک سے زائد لباس وغیرہ

۳۔ تعیشات | یہ تیسرے درجے کی فرضی حاجتیں ہیں، اسلام انہیں حاجتوں کے کسی درجے میں بھی شمار نہیں کرتا، البتہ دنیا کے موجودہ معاشی نظاموں میں انہیں بھی حاجتوں ہی کا نام دیا گیا ہے۔ یہ ایسی حاجتیں ہیں کہ ان کے پورا کرنے پر نقصان زیادہ اور نفع کم ہوتا ہے۔ جیسے کھانے کے ساتھ شراب و کباب اور رہائشی مکان کے ساتھ وسیع احاطے اسیر و تفریح کیلئے کاروں، نوکروں اور کتوں کی فوجیں وغیرہ۔

حاجتوں کی اضافی حیثیت | اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ حاجتوں کی حیثیت مطلق نہیں بلکہ اضافی ہوتی ہے، ایک چیز ایک شخص کے لئے اسکی ضروریات میں شمار ہوتی ہے اور وہی چیز کسی دوسرے کے لئے آسائشات یا تعیشات میں شمار ہو سکتی ہے۔ ایک اچھا قلم مضمون نویس کیلئے ضروری ہے اور جو شخص کبھی کبھار ایک آدھ جملہ لکھتا ہے اس کیلئے اچھا قیمتی قلم ضروری نہیں، وہ معمولی قلم سے بھی کام چلا سکتا ہے اور ایک ان پڑھ کیلئے قلم قطعاً غیر ضروری اور تعیشات میں داخل ہے۔ ایک معمولی دوکاندار کیلئے کار ضروری نہیں لیکن ایک وزیر یا ڈاکٹر کیلئے جسے وقتاً فوقتاً دور دراز مقامات تک جانا ہوتا ہے کار ضروری ہے۔

افادہ | دولت کی ہر اکائی میں ایک خاص صلاحیت یا قوت ہوتی ہے جسے افادہ یا قدرِ استعمال کہتے ہیں، یہی وہ صلاحیت یا قوت ہے جو انسانی حاجت پورا کرتی ہے، اگر دولت کی کسی اکائی میں افادہ کی صلاحیت نہ رہے تو وہ اکائی مادے کا ڈھیر تو ہو سکتی ہے اسے دولت نہیں کہا جا سکتا مزدور اور محنت کش لوگ محنت کر کے مادے میں افادہ پیدا کرتے ہیں اور صارف مادے میں پائے جانے والے اس جوہر یعنی افادہ سے مستفید ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ نہ کوئی محنت کش مادہ پیدا کرتا ہے اور نہ کوئی صارف مادہ خرچ کرتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ محنت کش مادے کی حالت بدل کر اس میں افادہ پیدا کرتا ہے اور صارف افادہ خرچ کرتا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ دولت پیدا نہیں ہوتی بلکہ افادہ پیدا ہوتا ہے۔ نیز دولت صرف نہیں ہوتی بلکہ افادہ صرف ہوتا ہے۔

قانونِ تقلیلِ افادہ | علم معاشیات کے علماء نے صرفِ دولت کا گہرا مطالعہ کر کے ایک ہمہ گیر قانون کا انکشاف کیا ہے، اور اس کا نام رکھا ہے "قانونِ تقلیلِ افادہ" یہ قانون صرفِ دولت کے

ہر عمل میں جاری رہتا ہے ۔ یہ قانون طبعیات کے عام قوانین کی طرح اٹل اور غیر متبدل ہے ، اور اسکی عمل پذیری کے اثرات و نتائج سے صرف دولت کا کوئی گوشہ اور پہلو بچ نہیں سکتا ۔ اس قانون کا مفہوم یہ ہے :

> دولت کی برابر مقداریں (اکائیاں) مسلسل استعمال کی جائیں تو ہر بعد میں استعمال ہونے والی مقدار سے جو افادہ حاصل ہوگا وہ پہلے استعمال ہونے والی مقدار سے حاصل ہونے والے افادہ کی نسبت کم ہوگا تا آنکہ ایک حد پر افادہ صفر رہ جائے گا اور اس کے بعد دولت کی مزید اکائیاں صرف کرنے سے عدم افادہ یعنی نقصان ہونے لگے گا ۔

آئیے اسکی وضاحت کیلئے ذیل کی مثال پر غور کریں ۔ ایک شخص پیاس کی شدت کے باعث قریب المرگ ہے ، اسے ایک گلاس پانی مل جاتا ہے ، جسے پی کر یہ شخص اپنی جان بچا لیتا ہے ۔ اس کے بعد اسے ایک گلاس مزید دیا جاتا ہے یہ اسے بھی پی لیتا ہے ، لیکن اس کے پینے سے اسے وہ فائدہ حاصل نہیں ہوگا جو پہلے گلاس کے پینے سے حاصل ہوا ہے ۔ پہلے گلاس نے اس کو موت سے بچایا ہے اور دوسرے نے محض پیاس بجھانے کا کام کیا ہے ، اب اسے تیسرا گلاس دیا جاتا ہے ، تو عام حالات میں یہ نہیں پیئے گا ، اور ممکن ہے کہ پی بھی لے ، لیکن چوتھا گلاس تو بہر حال نہیں پیئے گا ، پہلے گلاس کیلئے یہ شخص خاصی قیمت دینے کیلئے بھی تیار ہو سکتا تھا لیکن تیسرے یا چوتھے گلاس کیلئے قیمت تو درکنار مفت بھی نہیں پینا چاہتا ۔ غور فرمائیں کہ پانچوں گلاس میں ایک جیسا پانی ہے لیکن پہلا گلاس شخص مذکور کے لئے زیادہ مفید دوسرا کم تیسرا غیر مفید اور چوتھا بجائے مفید ہونے کے مضر ہے ۔ یہ اس لئے کہ "تقلیلِ افادہ" کے قانون کے مطابق پانی کی برابر مقداروں کے مسلسل استعمال سے ہر بعد میں استعمال ہونے والے گلاس کے پانی کا افادہ کم ہوتا رہا ، تیسرے گلاس کے پانی کا افادہ صفر رہ گیا اور اس کے بعد چوتھے گلاس کا افادہ منفی یعنی نقصان بن گیا ۔

حقیقت یہ ہے کہ دولت کی برابر اکائیوں میں افادہ کی مقدار برابر ہے لیکن مسلسل استعمال کرنے سے صارف کی ضرورت یعنی اشتہاء اور خواہش کم ہو جاتی ہے اس لئے اس مخصوص صارف کے لئے افادہ کم ہو جاتا ہے ۔ مذکورہ مثال میں پانچواں گلاس شخص مذکور کے لئے مضر تھا ، لیکن یہی گلاس کسی تشنہ لب قریب المرگ شخص کے لئے مایۂ حیات ہو سکتا ہے ۔ معلوم ہوا کہ :

> دولت کی مختلف مقداروں میں افادہ صارف کی ضرورت اشتہا اور خواہش کے مطابق کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے ۔

بالفاظ دیگر محنت کش مادے میں افادہ پیدا کرتا ہے اور افادے سے مادہ دولت بن جاتا ہے اب اگر دولت ایسے آدمی کے پاس چلی جائے جس کے پاس پہلے سے کافی دولت موجود ہے تو اس کے لئے اس میں افادہ نہ رہے گا، گویا محنت کش کی محنت رائیگاں گئی، کسان نے رات دن محنت کر کے زمین کے اجزا کو سنہرے خوشوں کا روپ دیکر غلہ پیدا کیا، دولت پیدا کی، یہ غلہ ایک غریب مفلس اور نادار خاندان کے ہاتھ لگ گیا تو مایۂ حیات بن گیا، کسان کی محنت ٹھکانے لگی، غریب خاندان کے افراد نے پیٹ بھر کر نہ صرف کسان کیلئے دعا کی بلکہ محنت ومشقت کر کے ملک کی دولت میں اضافہ کیا جس سے کسان بھی مستفید ہوا، اور اگر یہ غلہ کسی بڑے زمیندار یا جاگیردار کے گودام میں چلا گیا اور گل سڑ کر تعفن کا باعث بن گیا مالک کی طبیعت الگ خراب ہوئی اور نوکروں ملازموں کو اس گلے سڑے غلے کو دریا برد کرنے کیلئے الگ مشقت سے کام لینا پڑا۔

معاشی بحران انیسویں صدی معاشی بحرانوں کیلئے خاص طور پر مشہور ہے۔ اس صدی میں یورپ اور امریکہ میں کئی بار ایسا ہوا ہے کہ غریب محنت کشوں نے بے پناہ دولت پیدا کر ڈالی، یہ دولت حاجت مندوں تک نہ پہنچ سکی اور جن کے پاس پہلے ہی کافی دولت تھی وہ اس کے بھی مالک بن گئے، چونکہ ان کے پاس پہلے سے دولت موجود تھی اس لئے قانون تقلیل افادہ کے مطابق مزید دولت ان کیلئے مفید نہ تھی اور انہوں نے لاکھوں روپے خرچ کر کے اس دولت کو سمندروں میں پھینکوا دیا۔

غرض دولت کا افادہ صارف کی اشتہا کے مطابق کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے اور دولت کی جس قدر زیادہ مقدار حاصل ہوگی اسی قدر صاحب دولت کی خواہش اور اشتہا میں کمی آجائے گی۔ اس لئے اس کا افادہ کم ہو جائے گا۔ امید ہے ان معروضات سے قانون تقلیل افادہ کی حقیقت واضح ہو گئی ہوگی، اب آئیے قانون صرف دولت کی طرف:

قانون صرف دولت دولت سے زیادہ سے زیادہ افادہ حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ قانون صرف دولت کی پابندی کی جائے اس کا مفہوم یہ ہے کہ دولت کو اس انداز سے خرچ کیا جائے کہ اسکی زیادہ سے زیادہ مقدار ضروریات پر صرف ہو ایسا کرنے سے دولت کا مجموعی طور پر افادہ زیادہ ہوتا ہے۔

فرض کریں ایک خاندان کے تین افراد ہیں اور ہر فرد کی تین حاجتیں، ایک ضروریات سے تعلق رکھتی ہے، دوسری آسائشات سے اور تیسری تعیشات سے۔ صاحب خاندان کے پاس دولت کی تین اکائیاں ہیں، اگر یہ تین اکائیاں تینوں افراد پر برابر تقسیم کر دی جائیں تو ہر فرد اپنے حصے کی دولت اپنی

پہلی حاجت یعنی ضرورت پر صرف کریگا، ضرورت پر خرچ ہونے والی دولت کی اکائی کا افادہ ۱۰۰ ہوتا ہے، آسائش پر خرچ کی جانے والی دولت کی اکائی کا افادہ ۵۰ اور تعیش پر صرف ہونے والی دولت کی اکائی کا افادہ ۲۵ ہوتا ہے۔ اب اگر دولت کی تینوں اکائیاں تینوں افراد کو دی جائیں تو یہ تینوں اپنی اپنی ضروریات پر صرف کریں گے اور اسطرح تینوں اکائیوں سے صرف تین افراد کو جو افادہ حاصل ہوگا وہ ۳۰۰ ہوگا اور اگر ایک کو دو اکائیاں دی جائیں تو یہ شخص پہلی اکائی تو ضرورت پر صرف کر کے ۱۰۰ افادہ حاصل کرے گا، اور دوسری آسائش پر صرف کر کے ۵۰ افادہ حاصل کرے گا، اس طرح ایک شخص افادہ کی ۱۰۰ اکائیوں سے محروم رہ جائے گا، اور دوسرے دو بجائے تین سو کے افادے کی ۱۵۰ اکائیاں حاصل کریں گے اور اگر یہ دولت کی تینوں اکائیاں ایک ہی فرد کے حوالے کر دی جائیں تو یہ شخص پہلی اکائی ضرورت پر صرف کر کے ۱۰۰ درجے افادہ حاصل کرے گا، دوسری اکائی آسائش پر صرف کر کے ۵۰ درجے اور تیسری اکائی تعیش پر صرف کر کے ۲۵ درجے افادہ حاصل کرے گا، گویا اسے ۱۷۵ درجے افادہ حاصل ہوگا اور دوسرے دو شخصوں کا نقصان دو سو درجے ہوگا، گویا جس دولت سے ۳۰۰ درجے افادہ کا وصول ممکن تھا اس سے صرف ۱۷۵ درجے افادہ حاصل کیا گیا ہے۔

صرف دولت کا قانون یہ ہے کہ اگر دولت ضرورت پر صرف کی جائے تو اس سے زیادہ افادہ حاصل ہوتا ہے اور اگر آسائش پر صرف کی جائے تو کم اور اگر تعیش پر صرف کی جائے تو اس سے بہت ہی کم افادہ حاصل ہوتا ہے۔

دولت کی تقسیم میں جس قدر مساوات زیادہ ہوگی اسی قدر دولت کی زیادہ مقدار ضروریات پر خرچ ہوگی اور جس قدر عدم مساوات کی صورت ہوگی اسی قدر دولت کی زیادہ مقدار آسائشات اور تعیشات پر صرف ہوگی۔ نیز ضروریات پر صرف ہونے والی دولت کا افادہ زیادہ ہوتا ہے اور آسائشات اور تعیشات پر صرف ہونے والی دولت کا افادہ کم ہوتا ہے، لہذا دولت سے زیادہ سے زیادہ افادہ حاصل کرنے کا قانون یہ ہے کہ دولت کی زیادہ سے زیادہ مقدار ضروریات پر خرچ کی جائے اور یہ اسطرح ممکن ہے کہ دولت کی تقسیم میں مساوات کے اصول پر زیادہ سے زیادہ عمل کیا جائے۔

اسراف صرف دولت کے متعلق مذکورہ بحث کے بعد اسراف کی حقیقت خود بخود نمایاں ہو جاتی ہے، یعنی اسراف یہ ہے کہ دولت کو اس طریق پر اور اس انداز سے خرچ کیا جائے کہ

اس سے کم افادہ حاصل ہو جبکہ زیادہ افادہ حاصل کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

کوئی شخص خواہ کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو اپنے قبضے میں آئی دولت کو بے مقصد ضائع نہیں کرتا جو کچھ کرتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اسکی دولت کی زیادہ مقدار آسائشات اور تعیشات پر صرف ہوتی ہے، اور اسی کا نام اسراف ہے، ضروریات پر صرف کی جانے والی دولت تو بہرحال اپنے جائز بلکہ ضروری مصرف پر صرف ہوتی ہے اور اس سے پورا پورا افادہ حاصل کیا جاتا ہے۔ رہی آسائشات سو اگر فرد کی ضروریات پوری ہو چکی ہیں تو اسے آسائشات پر صرف کی از روئے اسلام اجازت ہے صاحب خانہ آسائشات پر اس وقت دولت صرف کرنے کا مجاز ہے جب اہل خانہ کی تمام ضروریات پوری ہو چکی ہوں اور ارباب مملکت کو آسائشات پر دولت صرف کرنا اس وقت جائز ہو گا جب تمام اہل ملک کی ضروریات پوری ہو چکی ہوں۔ باقی رہیں تعیشات سو ان پر دولت کا خرچ کرنا بہرحال اسراف ہے۔

اس موقع پر یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ جب کسی ملک کے عوام کا معیار زندگی بلند ہو جاتا ہے۔ تو بعض آسائشات ضروریات کے درجے میں اور بعض تعیشات آسائشات کے درجے میں آجاتی ہیں۔ تاہم بعض تعیشات ایسی ہیں جو ملک کے معیار زندگی کے بلند ترین ہو جانے کے باوجود بھی آسائشات کی طرح جواز کی سند حاصل نہیں کر سکتیں، جیسے سونے چاندی کے برتن ہیں۔ ملک کتنا ہی خوشحال ہو جائے لوگوں کا معیار زندگی کتنا ہی بلند اور ارفع ہو جائے ان کا استعمال جائز نہیں ہو سکتا۔

جو تعیشات معیار زندگی کے بلند ترین ہو جانے کے باوجود آسائشات کے درجے میں نہیں آسکتیں یہ وہ ہیں جنہیں معاشرے کی برائیوں کی اصل کہا جاتا ہے، اگر کسی معاشرے میں یہ تعیشات، آسائشات یا ضروریات کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں تو اس معاشرے میں تن آسانی کاہلی اور محنت سے عدم رغبت کے رجحانات پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ نیز اخلاق اور کردار پر برے اثرات پڑنے لگتے ہیں۔

پاکستان کی مثال | پاکستان میں معاشی بدحالی اسی اسراف کی بدولت ہے۔ پاکستان کی کل دولت کا اسی فیصد حصہ چند سرمایہ داروں صنعت کاروں اور جاگیرداروں کے قبضے میں ہے، باقی بیس فیصد دولت ۱۲ کروڑ عوام کے حصے میں آئی ہے، عوام اس قلیل دولت سے اپنی ضروریات بھی پوری نہیں کر سکتے اور مٹھی بھر سرمایہ دار اور ان کے ساتھی ۸۰ فیصد دولت تعیشات پر صرف

کر رہے ہیں، گویا ملک کی ۸۰ فیصد دولت سے پورا پورا افادہ حاصل نہیں کیا جا رہا۔

سرکاری خزانے سے عوام میں تقسیم ہونے والی دولت بھی اسراف کا شکار ہو رہی ہے ایک شخص کو ۶۰ روپیہ ماہوار اور دوسرے کو ۳ ہزار روپے ماہوار تنخواہ مل رہی ہے، پہلے شخص کی ضروریات پوری نہیں ہو رہیں اور دوسرا شخص دو سو روپیہ ضروریات پر صرف کرنے کے بعد کم و بیش ۲۸ سو روپیہ ماہوار تعیشات پر صرف کر رہا ہے

خیال رہے کہ جن لوگوں کے پاس ان کی ضرورت سے زیادہ دولت ہے وہ دولت چاہے تعیشات پر خرچ ہوتی ہو یا بنکوں میں جمع ہو ہر صورت میں اسراف ہے۔ تعیشات پر صرف کی صورت میں اسراف ظاہر ہے اور جمع کروانے کی صورت میں اسراف یوں ہے کہ اس سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا جس طرح کھیت کاشت نہ کرنا کھیت کی قوت روئیدگی کا اسراف ہے۔ کارخانے کو بند رکھنا مشین اور کاریگر کی صلاحیت اور محنت کا اسراف ہے، اسی طرح روپیہ کو گردش میں نہ رکھنا گردش زر سے حاصل ہونے والے مفادات کا اسراف ہے۔

دولت کا بے جا صرف اسراف ہے یعنی دولت کا بجائے ضروریات کے آسائشات اور تعیشات پر صرف اسراف ہے۔ دولت کا ایسے آدمی کے قبضے میں رہنا جو اپنی ضروریات پوری کر چکا ہے اسراف ہے اور دولت کا ایسے منصوبوں پر صرف کرنا جن سے عوام کی ضروریات کی نہیں بلکہ آسائشات یا تعیشات کی تسکین ہوتی ہے اسراف ہے۔ اسراف جس طرح فرد واحد کی معاشی حالت کو تباہ کر دیتا ہے اسی طرح قوموں کی اجتماعی معاشیات کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔

مادی دولت کے اسراف کے سوا وقت اور قوت نیز ذہنی صلاحیتوں کا اسراف بھی مہلک نتائج پیدا کرتا ہے۔ انسان کو اسکی صلاحیت کے مطابق کام نہ دینا نا اہل کے سپرد ایسے کام کرنا جن کے لئے خاصی اہلیت کی ضرورت ہو نیز لوگوں کو بیکار رکھنا اسراف کی مختلف صورتیں ہیں ــــــ

عالمی اسراف | پاکستان میں دولت کی غیر مساوی تقسیم کے باعث اسراف کی جو صورت حال ہے وہ نمایاں ہے، یعنی ملک کی کل آمدنی کا کم و بیش ۸۰ فیصد آسائشات اور تعیشات پر صرف ہو رہا ہے، لیکن پاکستان دنیا کے دوسرے ممالک کے معاشی حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا سوائے اس کے کہ ملک کا معاشی نظام دنیا بھر کے ممالک کے معاشی نظاموں سے مختلف ہو۔ (یعنی اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام رائج ہو۔) اس وقت یہاں سرمایہ دارانہ معاشی

نظام کا چلن ہے اور دنیا کے بڑے سرمایہ دار ممالک کے اچھے برے ہر قسم کے اثرات یہاں کی معاشی حالت پر اثر انداز ہو رہے ہیں، ان حالات میں "عالمی اسراف" پر کچھ کہنا بے جا نہیں ہوگا عالمی سطح پر دولت کا جو اسراف ہو رہا ہے اس سے ہمارے یا کسی دوسرے ترقی پذیر ملک کے اسراف کی حقیقت کے سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

مشہور برطانوی فلسفی اور سیاست دان "برٹرینڈرسل کے کہنے کے مطابق آج دنیا کی ساٹھ فیصد پیداوار کا مالک امریکہ ہے اور یاد رہے کہ امریکہ کی آبادی دنیا کی آبادی کا صرف چھ فیصد ہے گویا دنیا کے چھ فیصد سرمایہ دار پوری دنیا کے ساٹھ فیصد وسائل معاش پر قابض ہیں۔

اس موقع پر اس حقیقت کا ذہن نشین رہنا کہ امریکہ میں بھی سرمایہ دارانہ نظام معاشیات نہایت ضروری ہے، امریکہ کی کل آبادی دنیا کا چھ فیصد ہے، لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں ہو سکتا کہ یہ چھ فیصد امریکی ساری دنیا کے ساٹھ فیصد ذرائع پیداوار اور وسائل معاش پر قابض ہیں بلکہ خود امریکہ میں سرمایہ دارانہ نظام کی بدولت وہاں بھی اکثریت ناداروں، محنت کشوں اور کاشتکاروں کی۔ اگر امریکہ میں پاکستان ہی کی نسبت سے ۸۰ فیصد دولت کے مالک دو یا تین فیصد سرمایہ دار ہوں تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ دنیا کی ساٹھ فیصد دولت پر امریکہ کے دو فیصد یعنی دنیا کے عشاریہ ایک فیصد سے بھی کم سرمایہ دار قابض ہیں۔ بالفاظ دیگر دنیا کی کل دولت کا ساٹھ فیصد سے کہیں زیادہ حصہ آسائشات اور تعیشات پر صرف ہو کر اسراف کا شکار ہو رہا ہے۔

امریکی اسراف کی بدترین مثالیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ساٹھ فیصد عوام بلکہ اس سے بھی زیادہ بنیادی ضروریات کی چیزوں سے بھی محروم ہیں۔ اور امریکہ کے سرمایہ دار ایک کھلونے (اپالو گیارہ) پر پاکستان کے تیس سالوں کے بجٹ کے مساوی دولت خرچ کرتے ہیں اور ویت نام میں بقول ایک امریکی ریاست کے سابق صدر "جان بوش" کے امریکہ نے ایک سال میں اتنا زیادہ گولا بارود خرچ کیا ہے کہ اگر شمالی اور جنوبی پورے ویٹ نام کی سرزمین پر سونے کی نصف انچ موٹی تہ بچھائی جاتی تو اس پر کم خرچ ہوتا۔

امریکی سرمایہ دار دولت کا اسراف کسطرح کر رہے ہیں۔؟ اس کا اندازہ برٹرینڈرسل کی حالیہ تصنیف "جنگی جرائم" (WAR CRIMES IN VIETNAM) کے درج ذیل اقتباس سے ہوتا ہے:

اس سلطنت (امریکہ) کی جارحیت بنی نوع انسان پر ایک لاکھ چالیس ہزار ملین ڈالر

سالانہ یا سولہ ملین ڈالر فی گھنٹہ کا خرچ عائد کرتی ہے، ہتھیاروں پر موجودہ خرچ تمام ترقی پذیر ملکوں کی آمدنی سے زیادہ ہے۔ یہ افریقہ ایشیا اور لاطینی امریکہ کی قومی آمدنی سے زیادہ ہے، امریکہ کا فوجی بجٹ تقریباً ساٹھ ہزار ملین ڈالر سالانہ ہے، ایک اٹلس میزائیل پر ۳ کروڑ ڈالر خرچ آتا ہے جو نائٹروجن کھاد کے کارخانے کے کل خرچ کے برابر ہے، جو ہر سال ستر ہزار ٹن کھاد تیار کرتا ہے۔ ایک خوشحال ملک کی مثال کے طور پر اس بات کو صرف برطانیہ کے سلسلے میں جانچیں ایک متروک الاستعمال میزائیل چار یونیورسٹیوں اور ایک زمین سے فضا کی طرف جانے والا میزائیل ایک لاکھ ٹریکٹروں کے برابر ہوتا ہے۔ (کتاب مذکورہ صـ ۱۱۶)

یہ دولت کا اسراف جنگی میدان میں ہے انسان انسان کو ہلاک کرنے کیلئے جو کچھ کر رہا ہے یہ اسکی ایک جھلک ہے۔ ہو سکتا ہے قارئین میں سے کوئی صاحب خیال کریں کہ جنگ ایک مجبوری ہوتی ہے اور مجبوری کی حالت میں انسان حد سے زیادہ خرچ کر جاتا ہے۔ نیز یہ کہ مجبوری کی حالت میں جو صرف کیا جائے وہ اسراف نہیں ہو سکتا، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ پہلی بات یہ کہ امریکہ ویٹ نام میں جنگ لڑنے پر مجبور نہیں، دوسری بات جس پر جان بوش (JUAN BOSCH) وسطی امریکہ کی ریاست "ڈومنکن" کے سابق صدر نے اپنی تازہ ترین کتاب "پینٹاگونزم" (PENTAGONISM) میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے یہ ہے کہ امریکی سرمایہ دار صرف اور صرف نفع اندوزی کی خاطر ویٹ نام کی جنگ چھیڑے ہوئے ہیں، ان کا مقصد جنگ لڑنا یا اشتراکیت کی روک تھام کرنا نہیں بلکہ فوجی سامان کو ٹھکانے لگانا ہے تاکہ اسلحہ سازی کے کارخانے چلتے رہیں، ویت نامی عوام یا خود امریکی عوام جن کے ٹیکسوں پہ مصارف پورے کئے جا رہے ہیں ان سے کسی کو کوئی ہمدردی نہیں۔ بوش کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں، لکھتا ہے:

"امریکہ کے اسلحہ سازوں کو اس سے غرض نہیں کہ ان کا تیار کیا ہوا اسلحہ کس کام آتا ہے، ان کا مقصد تو صرف اسلحہ سازی سے نفع اندوزی ہے۔"

برٹرینڈ رسل نے مذکورہ بالا اقتباس میں دی ہوئی عبارت کے بعد ایک اور پیرا لکھا ہے جس سے یہ حقیقت واضح اور نمایاں ہو جاتی ہے کہ امریکی سرمایہ داروں کا مقصد صرف دولت کا ضیاع اور اسراف ہے اور اس ضیاع اور اسراف سے انکی نفع اندوزی کی پیاس بجھتی ہے۔ رسل لکھتا ہے:

پچھلے چودہ برس میں امریکہ نے فالتو زرعی پیداوار خریدنے پر چار ارب ڈالر صرف

کئے لاکھوں ٹن گندم، باجرہ، مکی، مکھن اور پنیر ذخیرہ کر کے ان میں زہر ملا دیا گیا تاکہ دنیا کے بازاروں میں قیمتیں زیادہ رکھی جا سکیں، مکھن اور پنیر کے بڑے بڑے پہاڑوں میں نیلا تھوتھا ڈال دیا جاتا ہے کہ وہ ناقابل استعمال ہو جائے۔ سنہ ۱۹۶۰ء تک ساڑھے بارہ کروڑ ٹن غلہ امریکہ میں ذخیرہ کیا گیا کہ سڑ جائے یہ غلہ ہندوستان کی پوری آبادی کیلئے ایک سال کیلئے کافی ہو سکتا تھا۔ (کتاب مذکور ص ۱۱۶)

اب آپ غور فرمائیں کہ آدم کی اولاد خدا کے معاشی قانون جس میں "بنی آدم اعضائے یکدیگر اند" کے سنہری اصول پر عمل کیا جاتا ہے سے انحراف کر کے کیسی کیسی لغو اور بیہودہ حرکات کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ امریکہ سرمایہ دارانہ معاشرے میں ایک نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اسکی مثال پیش کی ہے ورنہ ایک محلہ سے لیکر پوری دنیا تک کے شب و روز میں اسراف کی بدترین مثالیں موجود ہیں۔ نیز ملاحظہ فرمائیں کہ:

دولت کا یہ اسراف اور پھر خدا پر طعن کہ اس نے انسانی آبادی کو حد سے زیادہ بڑھا دیا ہے اس لئے ضبط تولید کا اہتمام ضروری ہے۔

ع تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

حضرت تھانویؒ ایک مرتبہ تھانہ بھون سے کہیں باہر جا رہے تھے ایک طالب علم اپنا ٹکٹ نہیں خرید سکا، حضرت کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ گارڈ کو کہہ کر ٹکٹ بنوا لو، وہ طالب علم گارڈ کے پاس گیا تو گارڈ نے یہ کہا کہ تم طالب علم ہو تم سفر کرو میں تمہیں نہیں پوچھوں گا، اس پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ تو اس کے قبضے میں نہیں۔ اس کے معاف کرنے سے تو معاف نہیں ہو سکتا اس لئے ٹکٹ دیدو۔ چنانچہ گارڈ نے اسکو ٹکٹ بنا دیا۔ حضرت نے اتنے پیسے کا ٹکٹ زائد لیکر ضائع کر دیا جتنا سفر وہ کر آیا تھا، اس واقعہ کو چند ہندو دیکھ رہے تھے، انہوں نے اپنے دل کی بات کہی کہ جب اس طالب علم نے آکر پہلے یہ کہا کہ گارڈ نے مجھے کرایہ معاف کر دیا ہے تو ہم دل میں بہت خوش ہوئے کہ اس نے غریب پروری کی ہے، ایک غریب کی رعایت کی ہے، لیکن جب آپ نے فرمایا کہ یہ مالک نہیں ہے اسکو اجازت نہیں ہے کہ دوسرے کے مال میں رعایت کر سکے تو ہمیں اپنے دل کا روگ معلوم ہوا کہ ہماری نیت خراب تھی۔

جمال شفاء خانہ رجسٹرڈ نوشہرہ ضلع پشاور
دیرینہ، پیچیدہ، جسمانی، روحانی امراض کے خاص معالج